حافظ زبیر علی زئی

سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث

دس صحابہ کرام کے مجمع میں سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے جو حدیث بیان فرمائی تھی، سب سے پہلے سنن ابی داود سے اس کا متن مع ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔ بعد میں اس کی تحقیق، راویوں کا دفاع اور رد کرنے والوں کے شبہات وخیانتوں کا جواب ہوگا۔

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''حدثنا أحمدبن حنبل :حدثنا أبو عاصم الضحاک بن مخلد ح وحدثنا مسدّد :حدثنا یحي ـ وهذا حدیث أحمد ـ قال:أخبرنا عبدالحمید یعنی ابن جعفر :أخبرني محمد بن عمرو بن عطاء قال :سمعت أبا حمید الساعدي فی عشرة من أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم منهم أبو قتادة ، قال أبوحمید:أنا أعلمکم بصلوة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ،قالوا:فلم؟ فواللّٰه ! ما کنت بأکثرنا له تبعة ولاأقدمناله صحبة ،قال :بلیٰ، قالوا:فاعرض ،قال:کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذاقام إلی الصلوة یرفع یدیه حتی یحاذي بهما منکبیه ،ثم کبر حتی یقرّ کلّ عظم فی موضعه معتدلاً ،ثم یقرأ،ثم یکبر فیرفع یدیه حتی یحاذي بهما منکبیه ، ثم یرکع ویضع راحتیه علی رکبتیه ،ثم یعتدل فلا یصب رأسه ولایقنع ، ثم یرفع رأسه فیقول :سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، ثم یرفع یدیه حتی یحاذي بهما منکبیه معتدلاً ،ثم یقول :اَللّٰهُ أَکْبَرُ ، ثمّ یهوی إلی الأرض فیجافي یدیه عن جنبیه ، ثم یرفع رأسه ویثني رجله الیسری فیقعد علیها، ویفتح أصابع رجلیه إذا سجد ، ثم یسجد ،ثم یقول :اللّٰه أکبر ویرفع رأسه ویثني رجله الیسری فیقعد علیها حتی یرجع کل عظم إلی موضعه ،ثم یصنع فی الأخر ی مثل ذلک ، ثم إذا قام من الرکعتین کبر ورفع یدیه حتی یحاذي بهما منکبیه کما کبر عند ا فتتاح الصلوة ،ثم یصنع ذلک فی بقیة صلاته حتی إذا کانت السجدة التي فیها التسلیم أخّررجله الیسری وقعد متورکاً علی شقه الأیسر ، قالوا:صدقت، هکذا کان یصلي ﷺ'' (سنن اَبی داود، کتاب الصلوۃ باب افتتاح الصلوۃ ح ۷۳۰ وسندہ صحیح)

(سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) نے دس صحابہ کرام، جن میں (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) بھی تھے، کے مجمع میں فرمایا: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو جانتا ہوں، انہوں نے کہا: کیسے؟ اللہ کی قسم! آپ نے نہ تو ہم سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے اور نہ ہم سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بنے

تھے ۔انہوں (سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ) نے کہا: جی ہاں ،صحابیوں نے کہا: تو پیش کرو، (سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ نے) کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اُٹھاتے (یعنی رفع یدین کرتے) پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ اعتدال سے ٹھہر جاتی ۔پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) قرأت کرتے ، پھر تکبیر کہتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے ، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے ۔ پھر (پیٹھ سیدھی کرنے میں) اعتدال کرتے ، نہ تو سر زیادہ جھکاتے اور نہ اُٹھائے رکھتے (یعنی آپ کا سر مبارک اور پیٹھ ایک سیدھ میں برابر ہوتے تھے) پھر سر اٹھاتے تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے ، پھر کندھوں تک اعتدال سے رفع یدین کرتے ، پھر اللہ اکبر کہتے ۔پھر زمین کی طرف جھکتے ۔ (سجدے میں) اپنے دونوں بازو اپنے پہلووں سے دُور رکھتے ۔ پھر آپ سر اُٹھاتے اور بایاں پاؤں دُھرا کر کے (بچھا کر) اس پر بیٹھ جاتے ۔آپ سجدے میں اپنی انگلیاں کھلی رکھتے تھے ۔

پھر آپ سجدہ کرتے ، پھر اللہ اکبر کہتے اور سجدے سے سر اُٹھاتے ،آپ بایاں پاؤں دھرا کر کے اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پہنچ جاتی ۔

پھر دوسری رکعت میں (بھی) اسی طرح کرتے ۔پھر جب آپ دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور کندھوں تک رفع یدین کرتے ،جیسا کہ آپ نے شروع نماز میں رفع یدین کیا تھا ۔پھر باقی نماز بھی اسی طرح پڑھتے حتیٰ کہ جب آپ کا (آخری) سجدہ ہوتا جس میں سلام پھیرا جاتا ہے تو آپ تورک کرتے ہوئے ، بایاں پاؤں (دائیں طرف) پیچھے کرتے ہوئے ، بائیں پہلو پر بیٹھ جاتے تھے ۔

(سارے) صحابہ نے کہا: ’’ **صدقت ،هكذا كان يصلي صلى الله عليه وسلم**‘‘

آپ نے سچ کہا ہے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے ۔اب تفصیلی تحقیق ملاحظہ فرمائیں ۔

نور البصر فی توثیق عبدالحمید بن جعفر

مشہور راوی حدیث عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ بن الحکم بن رافع الانصاری سے روایت ہے کہ: ’’**أخبرني محمد بن عمرو بن عطاء قال: سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم أبو قتادة ...**‘‘ إلخ

مجھے محمد بن عمرو بن عطاء (القرشی العامری المدنی) نے حدیث سنائی ،کہا: میں نے (سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) کو (سیدنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کرام میں بشمول (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہوئے سنا......إلخ

مفہوم: اس روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز ، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین

کرتے تھے (سنن أبي داود: ۷۳۰ وسندہ صحیح، الترمذی: ۳۰۴ وقال: ''حسن صحیح'' ابن خزیمۃ: ۵۸۷، ۵۸۸ ابن حبان، الإحسان: ۱۸۶۴ وصححہ البخاري فی جزء رفع الیدین: ۱۰۲، وابن تیمیۃ فی الفتاوی الکبری ۱/۱۰۵ ومجموع فتاوی ۲۲/۴۵۳ وابن القیم فی تهذیب سنن أبي داود ۲/۴۱۶ والخطابي فی معالم السنن ۱/۱۹۴)

اس حدیث کو درج ذیل علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) الترمذی (۲) ابن خزیمہ (۳) ابن حبان (۴) البخاری (۵) ابن تیمیہ (۶) ابن القیم (۷) الخطابی رحمہم اللہ اجمعین

اس حدیث کے راویوں کا مختصر و جامع تعارف درج ذیل ہے۔

1. عبدالحمید بن جعفر رحمه الله =

۱۔ یحیی بن معین نے کہا: ثقۃ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۶۳، ۶۱۰)

۲۔ احمد بن حنبل نے کہا: ثقۃ لیس بہ بأس (تہذیب الکمال ۱۱/۴۱ وکتاب الجرح والتعدیل ۶/۱۰ وسندہ صحیح)

۳۔ ابن سعد نے کہا: وکان ثقۃ کثیر الحدیث (الطبقات الکبریٰ ج ۱۰ ص ۴۰۰ وتہذیب الکمال ۱۱/۴۲)

۴۔ ساجی نے کہا: ثقۃ صدوق (تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲)

۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: ثقۃ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۴۵۸)

۶۔ ابن شاہین نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا (ص ۱۵۹، فقرہ: ۹۱۰)

۷۔ علی بن المدینی نے کہا: وکان عندنا ثقۃ ...إلخ (سوالات محمد بن عثمان بن أبي شیبہ: ۱۰۵)

۸۔ ان کے علاوہ مسلم بن الحجاج (صحیح مسلم: ۵۳۳/۲۵ ...إلخ)

۹۔ ترمذی، ۱۰۔ ابن خزیمہ اور ۱۱۔ بخاری نے عبدالحمید بن جعفر کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اُس کی توثیق کی۔

۱۲۔ ذہبی نے کہا: الإمام المحدث الثقۃ۔ (سیر أعلام النبلاء ۷/۲۰، ۲۱)

۱۳۔ ابن نمیر نے اسے ثقہ کہا (تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲)

۱۴۔ یحیی بن سعید القطان اسے ثقہ کہتے تھے إلخ (تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲)

۱۵۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: محلہ الصدق

۱۶۔ ابن عدی نے کہا: أرجو أنہ لا بأس بہ وھو یکتب حدیثہ (ایضاً ۶/۱۱۲)

۱۷۔ ابن حبان نے کہا: أحد الثقات المتقنین إلخ (صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، نسخہ محققہ ج ۵ ص ۱۸۴ قبل ح ۱۸۶۵)

۱۸۔ ابن القطان الفاسی نے کہا: وعبدالحمید ثقۃ إلخ (بیان الوہم والإیہام فی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۵۱۴ ح ۱۲۸۷)

۱۹۔ عبدالحق الاشبیلی نے عبدالحمید بن جعفر کی اس حدیث کو ''صحیح متصل'' قرار دیا (بیان الوہم والإیہام ۲/۴۶۲ ح ۴۶۲)

۲۰۔ حاکم نیشاپوری نے اس کی حدیث کو صحیح کہا (المستدرک ۱/۵۰۰ ح ۱۸۴۲)

۲۱۔ بوصیری نے اس کی حدیث کو ھذا اسناد صحیح کہا (زوائد ابن ماجہ: ۱۴۳۴)

۲۲۔ ابن تیمیہ، ۲۳۔خطابی اور ۲۴۔ابن القیم نے اس کی بیان کردہ حدیث کو صحیح کہا۔

۲۵۔ بیہقی نے عبدالحمید بن جعفر پر طحاوی کی جرح کو مردود کہا (معرفۃ السنن والآ ثار ا/ ۵۵۸ تحت ح ۷۸۶)

۲۶۔ ابن الجارود نے منتقیٰ میں روایت کر کے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا (المنتقیٰ: ۱۹۲)

۲۷۔ زیلعی حنفی نے کہا: ولکن وثقہ اکثر العلماءِ، اور لیکن اکثر علماء نے اسے ثقہ قرار دیا ہے (نصب الرایہ ا/۳۴۴، اس کے بعد زیلعی کا ''إنہ غلط فی ھذا الحدیث'' لکھنا مردود ہے)

۲۸۔ الضیاء المقدسی نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا (دیکھئے المختارۃ ۱/۵۱۶ ح ۳۸۴)

۲۹۔ ابونعیم الاصبہانی

۳۰۔ اور ابوعوانہ الاسفرائنی نے عبدالحمید بن جعفر کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ (دیکھئے المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم ۲/۱۳۴ ح ۱۱۷۵، مسند ابی عوانۃ ۱/۳۹۱)

۳۱۔ نسائی نے کہا: لیس بہ بأس (تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲)

اس جمِ غفیر کی توثیق کے مقابلے میں ۱۔سفیان ثوری، ۲۔ طحاوی، ۳۔ یحییٰ بن سعید القطان، ۴۔نسائی اور ۵۔ ابوحاتم الرازی کی جرح ہے جو جمہور کی تعدیل کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ سفیان ثوری کی جرح کا سبب مسئلہ قدر ہے، اس کی تردید ذہبی نے مسکت انداز میں کر دی ہے (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۷/۲۱)

ثقہ راوی پر قدری وغیرہ کی جرح مردود ہوتی ہے۔ یحییٰ القطان، نسائی اور ابوحاتم الرازی کی جرح اُن کی تعدیل سے معارض ہے۔ طحاوی کی جرح کو بیہقی نے رد کر دیا ہے۔ نسائی کے قول ''لیس بہ بأس'' کے لیے دیکھئے تہذیب الکمال (۱۱/۴۱) وسیر اعلام النبلاء (۷/۲۱) وتاریخ الاسلام للذھبی (۹/۴۷۶)

خلاصۃ التحقیق : عبدالحمید بن جعفر ثقہ وصحیح الحدیث راوی ہیں۔ والحمدللہ

حافظ ابن القیم نے عبدالحمید بن جعفر پر جرح کو مردود قرار دیا ہے (تہذیب السنن مع عون المعبود ۲/۴۲۱)

عبدالحمید مذکور پر طحاوی کی جرح جمہور کی توثیق کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ابوحاتم کی جرح باسند صحیح نہیں ملی اور اگر مل بھی جائے تو جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ [نیز دیکھئے توثیق کرنے والے: ۱۵]

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن اربعہ کے مرکزی راوی محمد بن عمرو بن عطاء القرشی العامری المدنی کا مختصر وجامع تعارف پیش خدمت ہے۔

2. محمد بن عمرو بن عطاء =

(۱) ابوزرعہ الرازی نے کہا: ثقۃ [الجرح والتعدیل ۸/۲۹ وسندہ صحیح] (۲) ابوحاتم الرازی نے کہا: ثقۃ صالح الحدیث [الجرح والتعدیل ۸/۲۹] (۳) ابن سعد نے کہا: وکان ثقۃ لہ أحادیث [الطبقات الکبریٰ، القسم المتمم ص ۱۲۳، ۱۲۴]

(۴) ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا [۳٦۸/۵] (۵) بخاری (٦) مسلم (۷) الترمذی (۸) ابن خزیمہ (۹) خطابی (۱۰) ابن تیمیہ (۱۱) ابن الجارود [المنتقی: ۱۹۲] (۱۲) ابن القیم نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ (۱۳) ذہبی نے کہا: أحد الثقات [سیر أعلام النبلاء ۲۲۵/۵] (۱۴) ابن حجر العسقلانی نے کہا: ثقة ..... ووھم من قال: إن القطان تکلم فیہ، أو إنہ خرج مع محمد بن عبداللہ بن حسن فإن ذاک ھو ابن عمرو بن علقمۃ الآتی [تقریب التہذیب: ٦۱۸۷]

(۱۵) نسائی نے کہا: ثقة [تہذیب الکمال ۱۱۲/۱۷] (۱٦) ابوعوانہ الاسفرائنی [مسند ابی عوانہ ۲٦۹/۱] اور (۱۷) ابونعیم الاصبہانی [المستخرج علی صحیح مسلم ۳۹٦/۱ ح ۷۹۳] نے اس کی حدیث کو صحیح کہا۔ (۱۸) الضیاء المقدسی نے اس کی حدیث کو المختارہ میں روایت کرکے صحیح قرار دیا [المختارہ ۶۳/۱۳ ح ۹٦] (۱۹) حاکم نے اس کی حدیث کو ''صحیح علی شرط الشیخین'' کہا [المستدرک ۳۸۱/۱ ح ۱۴۰٦] (۲۰) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان المدنی نے کہا: وکان امرئ صدق [تہذیب الکمال ۱۱۲/۱۷] (۲۱) ابن القطان الفاسی نے کہا: احد الثقات [نصب الرایۃ ۳۷۷/۲، بیان الوھم والإیھام ۳٦۷/۵ ح ۲۵۴۰] (۲۲) ابومحمد (عبدالحق الاشبیلی) اس کی احادیث کو صحیح کہتے ہیں [بیان الوھم والإیھام ۳٦۸/۵] (۲۳) زیلعی حنفی نے ابن القطان کی توثیق نقل کرکے تردید نہیں کی [نصب الرایہ ۳۷۷/۲] (۲۴) محمد بن عمرو بن عطاء کی حدیث سے عینی حنفی نے حجت پکڑی [دیکھئے شرح سنن ابی داود للعینی ج ۵ ص ۱۷۷ ح ۱۲۵٦۰] (۲۵) نووی نے محمد بن عمرو بن عطاء کی حدیث سے حجت پکڑی اور اسے صحیح یا حسن قرار دیا [دیکھئے خلاصۃ الأحکام ۳۴۴/۱ ح ۱۰۴۱-۱۰۴۴ و ص ۳۹۴ ح ۱۲۴۵] (۲٦) حسین بن مسعود البغوی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا [شرح السنۃ ۱۵/۱۳ ح ۵۵۷]
حافظ ابن القیم نے کہا: ''فإنہ من کبار التابعین المشھورین بالصدق والأمانۃ والثقۃ'' (تہذیب السنن مع عون المعبود ۴۲۱/۲)

اس جمِ غفیر کے مقابلے میں ابن القطان الفاسی نے محمد بن عمرو پر یحییٰ بن سعید القطان اور سفیان ثوری کی جرح نقل کی ہے (تہذیب التہذیب ۳۷۴/۹) یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے۔

۱: یہ جمہور کے خلاف ہے۔

۲: اس جرح کا تعلق محمد بن عمرو بن عطاء سے نہیں بلکہ محمد بن عمرو بن علقمۃ اللیثی سے ہے، دیکھئے تہذیب التہذیب (۳۷۴/۹، دوسرا نسخہ ۳۳۲/۹)

تنبیہ: محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی پر بھی جرح مردود ہے، وہ قولِ راجح میں صدوق حسن الحدیث راوی ہے والحمدللہ

خلاصۃ التحقیق: محمد بن عمرو بن عطاء المدنی بالاجماع یا عندالجمہور ثقہ و صحیح الحدیث راوی ہے۔

تنبیہ: احمد یار نعیمی بریلوی رضا خانی نے کذب وافترا کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''محمد بن عمرو ایسا جھوٹا راوی ہے۔ کہ اس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے ہرگز نہ ہوئی۔ مگر کہتا ہے سمعت میں نے اُن سے سُنا۔ ایسے جھوٹے آدمی کی روایت موضوع یا کم سے کم اول درجہ کی مدلس ہے۔''

(جاء الحق حصہ دوم ص ۶۵ چھٹا باب رفع یدین کرنا منع ہے، دوسری فصل)

محمد بن عمرو بن عطاء المدنی رحمہ اللہ کو کسی محدث نے بھی جھوٹا نہیں کہا لہذا معلوم ہوا کہ احمد یار نعیمی بذاتِ خود بہت بڑا جھوٹا راوی ہے۔ یہ احمد یار نعیمی وہی شخص ہے جس نے لکھا ہے کہ:

''قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ عَلَى الْهُدىٰ. وكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ''

(جاء الحق حصہ دوم ص ۳۹ چوتھا باب، امام کے پیچھے مقتدی قرأت نہ کرے، دوسری فصل)

حالانکہ قرآن کریم میں احمد یار کی بیان کردہ آیت موجود نہیں ہے۔ جو شخص اللہ پر جھوٹ بولتے نہیں شرماتا وہ محمد بن عمرو بن عطاء اور ثقہ راویوں کے خلاف جھوٹ لکھنے سے کب شرماتا ہے؟

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا سن وفات

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کی تردید کے لئے جمہور محدثین کے اقوال اور دندان شکن دلائل پیشِ خدمت ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بہت بعد ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے۔

۱: امام لیث بن سعد المصری (متوفی ۱۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے (کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان ج۳ ص۳۲۲ وسندہ صحیح، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۱/۵۵۸ ح۷۸۷ وسندہ صحیح)

۲: سعید بن عفیر (متوفی ۲۲۶ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

(تاریخ بغداد ۱/۱۶۱ ت ۱۰ وسندہ صحیح)

۳: محمد بن عبداللہ بن نمیر (متوفی ۲۳۷ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۲۴۰ ح۳۲۷۵ وسندہ صحیح)

۴۔ یحیی بن عبداللہ بن بکیر (متوفی ۲۳۱ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے (المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۲۴۰ ح۳۲۷۴ وسندہ صحیح)

۵۔ ابراہیم بن المنذر (متوفی ۲۳۶ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

(معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم الأصبہانی ۲/۷۴۹ ح۱۹۹۲، والمستدرک للحاکم ۳/۴۸۰)

۶۔ یحیٰی بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) نے کہا آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ (کتاب الکنیٰ للدولابی ۱/۴۹)

۷۔ ابوجعفر عمرو بن علی الفلاس نے کہا: آپ مدینہ میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۷۱/۱۱۵)

۸۔ ابن البرقی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے (تاریخ دمشق ۷۱/۱۰۷)

۹۔ ابواحمد الحاکم نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے (تاریخ دمشق ۷۱/۱۰۷)

۱۰۔ ترمذی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ (تہذیب السنن لابن القیم مع عون المعبود ۲/ ۴۲۲)

۱۱۔ ابوعبداللہ بن مندہ الحافظ نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے (ایضاً ۲/ ۴۲۲ ومعرفۃ السنن والآثار ۱/ ۵۵۸)

۱۲۔ امام بیہقی نے کہا: اہل تاریخ کا اس پر (امام بیہقی کے زمانے میں) اجماع ہے کہ ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے (معرفۃ السنن والآثار ۱/ ۵۵۸ قبل ح ۷۸۷)

۱۳۔ ذہبی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے (تجرید اسماء الصحابۃ ۲/ ۱۹۴، الاعلام بوفیات الاعلام ۱/ ۴۷ ت ۱۳۱)

۱۴۔ ابن کثیر نے انہیں ۵۴ھ کی وفیات میں ذکر کیا ہے (البدایہ والنہایہ ۸/ ۷۰)

۱۵۔ ابن حبان نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ الخ (الثقات ۳/ ۷۴)

۱۶۔ خلیفہ بن خیاط نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے (تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۲۳)

۱۷۔ امام بخاری نے آپ کو ۵۰ھ کے بعد ۶۰ھ تک وفیات میں ذکر کیا ہے (التاریخ الصغیر ۱/ ۱۳۱)

۱۸۔ ابن حجر العسقلانی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے (تقریب التہذیب: ۸۳۱۱)

۱۹۔ ابن الجوزی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے (المنتظم ۵/ ۲۶۸)

۲۰۔ ابن العماد الحنبلی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے (شذرات الذہب ۱/ ۶۰)

۲۱۔ عینی حنفی (!) نے کہا: آپ (ایک قول میں) ۵۴ھ میں فوت ہوئے (عمدۃ القاری ۲/ ۲۹۴ ح ۱۵۳ باب النھي عن الاستنجاء بالیمین)

اس جم غفیر اور جمہور کے مقابلے میں حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی حیاتی نے ہیثم بن عدی (کذاب) سے نقل کیا ہے کہ (سیدنا) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے (نور الصباح ص ۲۰۷) حنبل بن اسحاق نے کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ ۳۸ھ میں فوت ہوئے (تاریخ بغداد ۱/ ۱۶۱) یہ اقوال جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ ہیثم بن عدی (کذاب) پر جرح کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۴/ ۳۲۴ ت ۹۳۱۱) وعام کتب المجروحین۔

امام یحیی بن معین نے کہا: ''کوفی، لیس بثقۃ، کذاب'' (الجرح والتعدیل ۹/ ۸۵ وسندہ صحیح) کیا خیال ہے اگر ہم بھی ہیثم بن عدی (کذاب) کے مقابلے میں محمد بن عمر الواقدی (کذاب علی الراجح) کی روایت پیش کر دیں تو جو اس نے یحییٰ بن عبداللہ بن ابی قتادہ (وثقہ ابن حبان / الثقات ۷/ ۵۹۴، وصحح لہ الحاکم فی المستدرک ۱/ ۳۵۳ ح ۱۳۰۵ ووافقہ الذھبی) سے نقل کی ہے کہ سیدنا ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) مدینہ میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۶/ ۱۵ وسندہ صحیح الی الواقدی)

یاد رہے کہ حنفیوں و بریلویوں اور بعض دیوبندیوں کے نزدیک واقدی کذاب نہیں ہے۔

ابن ہمام حنفی نے کہا: ''وھذا تقوم بہ الحجۃ عندنا إذا وثقنا الواقدي'' الخ (فتح القدیر ج ۱ ص ۶۹)

احمد رضا خان بریلوی نے کہا: ''امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں'' (فتاوی رضویہ نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۵۲۶) نیز

دیکھئے منیر العین فی حکم تقبیل الا بہامین (ص ۹۱) اور الامن والعلیٰ (ص ۷۶، ۷۷)

عبدالحق دیوبندی، اکوڑہ خٹک والے نے کہا: ''کیونکہ واقدی کی روایت اگرچہ حلال وحرام کے مسائل میں حجت نہیں ہے اور حدیث میں وہ ضعیف ہیں مگر تاریخ میں ان کی روایت جمہور تسلیم کرتے ہیں'' (حقائق السنن ج ۱ ص ۲۸۶)

نیز دیکھئے آثار السنن (تحت ح ۷) وسیرۃ المصطفیٰ از محمد ادریس کاندھلوی (ج ۱ ص ۷۷-۸۰)

ایک روایت کا جائزہ

بعض الناس نے موسی بن عبداللہ بن یزید کی روایت پیش کی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا تھا...... إلخ

اس روایت کے بارے میں حدیث کے امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ''وهو غلط لإجماع أهل التواريخ ..''

یعنی یہ روایت اہل تاریخ کے نزدیک بالاجماع غلط ہے (معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۵۵۸)

حافظ ابن القیم نے کہا: ''وقد خطأالأ ئمة رواية موسى هذه ومن تابعه وقالوا : هي غلط'' إلخ

اور اماموں نے موسی (بن عبداللہ بن یزید) کی اس روایت کو خطا قرار دیا ہے۔ اور جو لوگ اس روایت کی اتباع کرنے والے ہیں (مثلاً طحاوی حنفی) انہیں بھی غلط قرار دیا ہے۔ امام کہتے ہیں کہ: یہ روایت غلط ہے (تہذیب السنن ۴۲۳/۲)

جمہور ائمہ کرام کے مقابلے میں دیوبندیوں و بریلویوں اور بعض حنفیوں کا اس روایت کو صحیح قرار دینا غلط ہے دوسرے یہ کہ اس روایت میں موسی مذکور نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زندہ موجود تھے۔

تنبیہ بلیغ: عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی رحمہ اللہ کی کتاب ''معجم الصحابۃ'' میں لکھا ہے کہ: ''عن موسى الأنصاري قال : أتانا علي رحمه الله فصلى على أبي قتادة فكبر سبعة'' (ج ۲ ص ۴۰ ح ۴۳۶)

اس کی سند اسماعیل بن ابی خالد: مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسماعیل مذکور کی تدلیس کے لئے دیکھئے طبقات المدلسین (۲/۳۶، والراجح انہ من المرتبۃ الثالثۃ) ومیزان الاعتدال (۲۶۰/۱) وجامع التحصیل للعلائی (ص ۱۰۵) والمدلسین لابی زرعۃ بن العراقی (۳) والمدلسین للسیوطی (ص ۳) والمدلسین للحلبی (ص ۱۴) ومنظومۃ ابی محمود المقدسی۔

بعض لوگ شعبی (تابعی) کی منقطع روایت پیش کرتے ہیں۔ مجھے یہ روایت باسند نہیں ملی۔ واللہ اعلم

بعض الناس نے ''امام حسن بن عثمان'' کا قول بغیر کسی سند کے پیش کیا ہے، دیکھئے نور الصباح (ص ۲۰۶)

حسن بن عثمان نام کے دو راویوں کا ذکر لسان المیزان (۲۱۹/۲، ۲۲۰) میں ہے اور یہ دونوں مجروح ہیں۔

ایک عظیم الشان دلیل

امام نافع (تابعی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ام کلثوم بنت علی (رضی اللہ عنہا)

کا جنازہ پڑھا، لوگوں میں (سیدنا) ابوسعید اور (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ الخ
(سنن النسائی ۴/ ۷۱، ۷۲ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح، ومصنف عبدالرزاق ۳/ ۴۶۵ ح ۶۳۳۷ وسندہ صحیح، منتقی ابن الجارود: ۵۴۵)
عمار بن ابی عمار مولی الحارث بن نوفل سے روایت ہے کہ میں نے ایک عورت (ام کلثوم) اور ان کے بیٹے کا جنازہ پڑھا۔ جنازہ پڑھنے والوں میں (سیدنا) ابوسعید الخدری (سیدنا) ابن عباس (سیدنا) ابوقتادہ اور (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ الخ
(سنن النسائی ۴/ ۷۱ ح ۱۹۷۹ وسندہ صحیح) جس عورت کا جنازہ پڑھا گیا تھا یہ ام کلثوم تھیں (سنن ابی داود: ۳۱۹۳ وھو صحیح بالشواھد)
ابن سعد نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حالات میں عمار بن ابی عمار سے نقل کیا کہ میں ان کے جنازے میں حاضر تھا، ان کا جنازہ سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے پڑھایا تھا جو اس وقت مسلمانوں کے امیر تھے (طبقات ابن سعد ۸/ ۴۶۴، ۴۶۵ وسندہ صحیح)
عبداللہ البہی کہتے ہیں کہ میں حاضر تھا جب (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) نے ام کلثوم کا جنازہ پڑھا تھا۔
(طبقات ابن سعد ۸/ ۴۶۴ وسندہ صحیح)
عمار بن ابی عمار سے ہی سے روایت ہے کہ میں جنازے میں حاضر تھا اور لوگوں میں (سیدنا) ابوسعید الخدری (سیدنا) عبداللہ بن عباس (سیدنا) ابوقتادہ اور (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے (التاریخ الصغیر للبخاری ۱/ ۱۲۹ وسندہ صحیح، عطاء ھو ابن ابی رباح)
سنن النسائی وغیرہ میں ہے کہ اس وقت (مدینہ میں) لوگوں کے امام (یعنی امیر) سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) تھے
(النسائی ۴/ ۷۱ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح)
سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۴۸ھ سے ۵۵ھ تک اقتدار میں رہے (تہذیب السنن ۲/ ۴۲۳) آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کئی دفعہ مدینہ کے والی (امیر) بنے (تاریخ الاسلام للذھبی ۴/ ۲۲۵) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۰ھ میں فوت ہوئے (تقریب التہذیب: ۶۷۵۸)
سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۶۰ھ سے پہلے فوت ہوئے، ۵۸ھ وغیرہ، دیکھئے تقریب التہذیب ۲۳۳۷) وکتب التاریخ
یہ بات عقلاً محال ہے کہ ۳۸ھ میں فوت ہونے والا شخص ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان میں فوت ہونے والے کے جنازے میں شامل ہو، لہذا درج بالا روایت نص قاطع اور دلیل واضح ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۵۰ھ کے بعد (یعنی ۵۴ھ) میں فوت ہوئے۔ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔ یہ ایسی دلیل ہے جس کا کوئی جواب کسی حنفی و دیوبندی و بریلوی کے پاس نہیں ہے۔ والحمدللہ

خلاصة التحقيق: سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے محمد بن عمرو بن عطاء کی روایت منقطع نہیں ہے بلکہ متصل ہے۔ طحاوی اوران کے مقلدین کا یہ دعوی کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں فوت ہو گئے تھے، غلط اور باطل ہے۔ صحیح و متصل روایات اس دعوی کو غلط اور باطل قرار دے رہی ہیں۔

ایک اور دندان شکن دلیل

(مروی ہے کہ) مہلب بن ابی صفرہ نے ۴۴ھ میں قندابیل (ہند) پر حملہ کیا۔ کابل کے قیدیوں میں سے مکحول، نافع مولی ابن عمر، کیسان والد ایوب السختیانی اور سالم الافطس تھے۔ (تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۰۶ و تاریخ الاسلام للذہبی ج ۴ ص ۱۲ حوادث سنۃ أربع وأربعین)

معلوم ہوا کہ امام نافع رحمہ اللہ مدینہ طیبہ میں ۴۴ھ یا اس کے بعد لائے گئے۔

نافع کہتے ہیں کہ: ''**فنظرتُ إلی ابن عباس و أبي هريرة و أبي سعيد و أبي قتادة فقلت: ماهذا ؟ قالوا! هي السنة**'' پس میں نے ابن عباس، ابوہریرہ، ابوسعید اور ابوقتادہ (رضی اللہ عنہم) کی طرف دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ سنت ہے۔ (سنن النسائی ۴/۷۱، ۷۲ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح)

اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات (۴۰ھ) کے بعد، کم از کم ۴۴ھ یا اس کے بعد سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ زندہ موجود تھے۔ لہذا حنفیوں و بریلویوں و دیوبندیوں کا یہ پروپیگنڈا کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں یا اس سے پہلے فوت ہو گئے تھے، بے بنیاد ہے۔

ایک اور دلیل

شاہ ولی اللہ الدہلوی کہتے ہیں کہ: ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے'' (حجۃ اللہ البالغہ اردو ج ۱ ص ۲۴۲ مترجم عبدالحق حقانی)

رشید احمد گنگوہی نے کہا:

''مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ روز مذکور ہیں وہ سب سے راجح ہے'' (تالیفات رشیدیہ ص ۳۳۷)

محمد تقی عثمانی نے کہا:

''جہاں تک صحیحین اور مؤطا کا تعلق ہے ان کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان کی تمام احادیث نفس الامر میں بھی صحیح ہیں'' (درس ترمذی ج ۱ ص ۶۳)

احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک صحیحین کا بڑا مقام ہے۔ وہ کسی شخص کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دو گے!...... صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی''

(فتاوی رضویہ/ جدید ج ۵ ص ۱۸۰)

احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری وصحیح مسلم کے رجال سے ہے'' (فتاوی رضویہ ۵/۱۷۴)

محدثین کرام اور اہلِ حدیث کے نزدیک بھی صحیحین کی مسند متصل مرفوع تمام احادیث صحیح ہیں ۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (ص۳۳،۲۳) وعلوم الحدیث لابن الصلاح (ص۴۱،۴۲ دوسرا نسخہ ص ۹۷) اور ثناء اللہ الزاہدی (اہلِ حدیث) کا رسالہ '' أحاديث الصحيحين بين الظن و اليقين '' والحمدللہ

صحیح بخاری میں ہے کہ:

'' **عن محمد بن عمرو بن عطاء أنه كان جالساً في نفرٍ من أصحاب رسول الله ﷺ فذ كرنا صلاة النبي ﷺ فقال أبو حميد الساعدي** ......'' محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ (محمد بن عمرو بن عطاء نے کہا:) پس ہم نے نبی ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو (سیدنا) ابو حمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا...... (کتاب الاذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد ح ۸۲۸)

صحیح حدیث سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوا کہ:

(۱) محمد بن عمرو بن عطاء صحابہ کرام کی مجلس میں موجود تھے۔

(۲) اس مجلس میں نبی ﷺ کی نماز کا ذکر ہوا تھا۔

(۳) سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے محمد بن عمرو بن عطاء کے سامنے حدیث سنائی تھی ۔ رہا یہ مسئلہ کہ اس مجلس میں کون کون سے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) موجود تھے تو ان میں سے سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر عبد الحمید بن جعفر (ثقہ) کی عن محمد بن عمرو بن عطاء والی روایت میں موجود ہے۔

والحدیث یفسر بعضہ بعضاً، والحمدللہ

ایک اور دلیل

محمد بن عمرو بن عطاء کی روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ محمد بن اسحاق (بن یسار) نے عباس بن سہل بن سعد الساعدی (ثقہ/تقریب التہذیب: ۳۱۷۰) سے نقل کیا ہے کہ:

'' **كنت بالسوق مع أبي قتادة وأبي أسيد وأبي حميد كلهم يقول: أنا أعلمكم بصلوة رسول الله ﷺ فقالوا لأحدهم: صلّ** ......'' الخ

میں (سیدنا) ابو قتادہ (سیدنا) ابو اسید اور (سیدنا) ابو حمید کے ساتھ بازار میں تھا۔ ان میں سے ہر آدمی یہ کہہ رہا تھا کہ میں تم میں سے سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں، تو انہوں نے ایک کو کہا: تو نماز پڑھ...... الخ

(جزء رفع الیدین بتحقیقی: ٦ وصحیح ابن خزیمہ: ۶۸۱ واتحاف المھرۃ باطراف العشرۃ ج ۱۴ص ۸۲ ح ۱۷۴۵۰)

یہ روایت حسن ہے۔ ابن اسحاق نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسار کا حدیث میں مقام

محمد بن اسحاق پر محدثین کرام کا اختلاف ہے۔امام مالک وغیرہ نے انہیں کذاب کہا ہےلیکن جمہور محدثین نے انہیں ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث اور حسن الحدیث قرار دیا ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ''نورالعینین فی (اثبات) مسئلہ رفع الیدین'' (ص۴۲،۴۳،۴۴ طبع سوم)

زیلعی حنفی نے کہا: ''وابن إسحاق الأکثر علی توثیقه'' اور ابن اسحاق کو اکثر نے ثقہ قرار دیا ہے۔

(نصب الرایہ ج۴ص ۷)

عینی حنفی نے کہا: ''إن ابن إسحاق من الثقات الکبار عند الجمهور '' بے شک ابن اسحاق جمہور کے نزدیک بڑے ثقات (ثقہ راویوں) میں سے ہے۔(عمدۃ القاری ۷/۲۷۰)

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے کہا: ''جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔'' (سیرت المصطفیٰ ج ا ص ۷۶)

نیز دیکھئے تبلیغی نصاب از محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی (ص ۵۹۵) وفضائل ذکر (ص ۱۱۷)

احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

''محمد بن اسحاق تابعی ثقۃ امام السیر والمغازی'' (الأمن والعلی ص ۱۷۰)

احمد رضا خان نے مزید کہا:

''ہمارے علماء کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے''

(منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین ص ۱۴۵ حاشیہ)

تنبیہ: جمہور کی اس توثیق وتعدیل کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''محمد بن اسحاق کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح وتعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایتِ حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں انکی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہوسکتی اور اس لحاظ سے انکی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے'' (احسن الکلام ج۲ ص ۷۰ طبع دوم)

یہ کہنا کہ محمد بن اسحاق پر پچانوے فیصدی محدثین جرح کرتے ہیں، صفدر صاحب کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔''

بعض لوگوں نے ابن اسحاق کی احکام میں روایات پر جرح کی ہے لیکن جمہور محدثین نے احکام میں بھی انہیں صحیح الحدیث وحسن الحدیث قرار دیا ہے۔چند حوالے درج ذیل ہیں۔

۱: ابن خزیمہ (۱/۷۱ ح ۱۵، وغیرہ)

۲: ابن حبان (الاحسان: ۱۰۷۷ دوسرا نسخہ: ۱۰۸۰، وغیرہ)

۳: الترمذی (ح ۱۱۵ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح۔الخ)

۴: الحاکم (المستدرک ۱/۴۸۶ ح ۸۶۷ اوقال: ھذا حدیث صحیح الاسناد)

۵:	الذہبی (تلخیص المستدرک ۱/۸۶ ۴ وقال: صحیح)

محمد بن اسحاق کی بیان کردہ فاتحہ خلف الامام کی حدیث کو درج ذیل اماموں نے صحیح، حسن اور جید قرار دیا ہے۔

۷:	دار قطنی (۱/۷ ۳۱، ۳۱۸ ح ۱۲۰۰ وقال: ھذا إسناد حسن)

۸:	بیہقی (کتاب القرأت خلف الامام ص ۵۸ ح ۱۱۴ وقال: وھذا إسناد صحیح)

۹:	ابوداؤد (بحوالہ التلخیص الحبیر ۱/۲۳۱ ح ۳۴۴)

۱۰:	خطابی (معالم السنن ۱/۷۷ ا ح ۲۵۲ وقال: وإسنادہ جید لا طعن فیہ) وغیرہم

معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک محمد بن اسحاق بن یسار کی حدیث احکام میں بھی صحیح یا حسن ہوتی ہے۔ لہذا جمہور کے مقابلے میں بعض محدثین کے اقوال کی بنیاد پر یہ پروپیگنڈا کرنا کہ احکام میں اس کی روایت حجت نہیں غلط اور مردود ہے۔

نام نہاد اضطراب کا دعوی

بعض الناس نے یہ دعوی کیا ہے کہ سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ یہ حدیث ''مضطرب'' ہے۔ ان لوگوں کی بیان کردہ ''اضطرابی'' اسانید اور ان پر تبصرہ درج ذیل ہے۔

۱:	محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید رضی اللہ عنہ (صحیح البخاری: ۸۲۸ و سنن ابی داؤد: ۷۳۰)

☆ یہ سند بالکل صحیح ہے۔

۲:	محمد بن عمرو: أخبرني مالک عن عیاش أو عباس بن سهل (السنن الکبری للبیہقی ۲/۱۰۱)

☆	اس کا راوی عیسی بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے، اسے سوائے ابن حبان کے کسی نے ثقہ نہیں کہا، لہذا یہ سند ضعیف ہے، محمد بن عمرو بن عطاء سے ثابت ہی نہیں ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ''ضعیف'' ہی قرار دیا ہے۔ (سنن ابی داؤد ص ۱۱۸ ح ۷۳۳)

تنبیہ: السنن الکبری للبیہقی میں ''أخبرنی مالک'' کا لفظ غلط ہے۔ صحیح ''أحد بنی مالک'' ہے۔ دیکھئے السنن الکبری للبیہقی (ج ۲ ص ۱۱۸) و صحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۸۶۳ و دوسرا نسخہ: محققہ ۵/۱۸۱ ح ۱۸۶۶)

۳:	محمد بن عمرو عن عباس بن سہل عن ابی حمید رضی اللہ عنہ (البیہقی ۲/۱۱۸)

☆	اس کی سند عیسی بن عبداللہ بن مالک (مجہول الحال) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہی ضعیف روایت سنن ابی داؤد (۷۳۳) میں محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس أو عیاش بن سہل'' کی سند سے ہے۔

۴:	محمد بن عمرو بن عطاء عن رجل عن ابی حمید رضی اللہ عنہ۔ إلخ ملخصاً (شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۵۹)

☆	اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کا راوی عبداللہ بن صالح کاتب اللیث مختلف فیہ راوی ہے۔ اگر یحیی بن معین، بخاری، ابوزرعہ اور ابوحاتم (وغیرہم) ماہرین اس سے روایت کریں تو روایت صحیح ہوتی ہے، دوسروں کی روایت میں

توقف کیا جاتا ہے۔ (دیکھئے ھدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۴۱۴) طحاوی کے دونوں استاد فہد اور یحیی بن عثمان اہل الحذق (فنِ حدیث کے ماہرین) میں سے نہیں ہیں لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ نیز دیکھئے میزان الاعتدال (۴۴۰/۶۔۴۴۵) وتقریب التہذیب (۳۳۸۸) والجوہر النقی (۳۰۹/۱)

دوسرے یہ کہ اصولِ حدیث کا ایک طے شدہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک ثقہ راوی اپنے استاد سے تصریحِ سماع (حدثنا، سمعت وغیرہ) کے ساتھ ایک روایت بیان کرے اور یہی روایت اپنے اور اپنے استاد کے درمیان کسی واسطے سے بیان کرے تو دونوں روایتیں محفوظ ہوتی ہیں لیکن اعتبار اسی روایت کا ہوتا ہے جس میں اس نے اپنے استاد سے تصریحِ سماع کر رکھی ہوتی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۸۹، ۲۹۰ دوسرا نسخہ ص ۳۹۲، ۳۹۳، النوع السابع والثلاثون: معرفۃ المزید فی متصل الاسانید)

مثلاً صحیح بخاری کی ایک روایت ''مجاہد عن ابن عباس'' کی سند سے ہے۔ (البخاری: ۲۱۶)

جبکہ دوسری روایت میں ''عن مجاہد عن طاؤس عن ابن عباس'' آیا ہے۔ (البخاری: ۱۳۶۱)

صحیح بخاری کی یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں، انہیں مضطرب قرار دینا غلط ہے۔

تنبیہ: اگر دو سندیں اس طرح ہوں کہ (۱) محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید (۲) محمد بن عمرو عن رجل عن ابی حمید فرض کریں کہ پہلی سند میں سماع کی تصریح نہیں ہے اور دوسری سند میں رجل مجہول ہے تو بے شک ایسی روایت ضعیف ہو جاتی ہے۔ لیکن ہماری بیان کردہ روایت میں سماع کی تصریح بھی ہے۔ لہذا وہ ''عن رجل'' والی سند سے ضعیف نہیں ہوتی بلکہ یہ بشرطِ صحت اس کی تائیدی روایت بن جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ عطاف بن خالد والی اس سند میں ''رجل'' سے مراد ''عباس بن سہل'' ہے جیسا کہ عیسی بن عبداللہ بن مالک (مجہول الحال) کی ضعیف حدیث میں صراحت ہے۔ (دیکھئے الاحسان: ۱۸۶۶) حافظ ابن حبان کے نزدیک یہ روایت محمد بن عمرو نے سیدنا ابو حمید رضی اللہ عنہ سے بھی سنی ہے اور عباس بن سہل سے بھی سنی ہے۔ (الاحسان نسخہ محققہ ۱۸۲/۵)

فیض الباری کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے کہ ''**لا بأس بضعف الرواية فإنها تكفي لتعيين أحد المحتملات**'' یعنی ضعیف حدیث کے ساتھ دو محتمل معنوں میں سے ایک معنی کا تعین کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یاد رہے کہ ابن حبان و ابو داؤد والی اس ضعیف روایت، جس میں عباس بن سہل کا ذکر موجود ہے، کو نیموی حنفی نے ''اسنادہ صحیح'' لکھا ہوا ہے (آثار السنن: ۴۴۹)!!

خلاصة التحقيق: عبدالحمید بن جعفر کی بیان کردہ یہ روایت صحیح و محفوظ ہے اور اس پر اضطراب کی جرح باطل و مردود ہے۔

امام محمد بن یحیی الذھلی کا اعلان

سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مجلسِ صحابہ میں بیان کردہ حدیث ''**فليح بن سليمان: حدثني العباس بن**

سهل الساعدی'' کی سند سے بھی مروی ہے۔(سنن ابن ماجہ:۸۶۳وسندہ حسن، فليح بن سليمان من رجال الصحيحين و وثقه الجمهور)

اس حدیث میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تینوں مقامات پر رفع یدین کا اثبات ہے۔

اس حدیث کے بارے میں امام بخاری اور بے شمار محدثین کے استاد امام محمد بن یحییٰ (الذہلی، متوفی ۲۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ:'' من سمع هذا الحديث ، ثم لم يرفع يديه . يعني إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع . فصلاته ناقصة''

جو شخص یہ حدیث سن لے پھر بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرے تو اس کی نماز ناقص (یعنی باطل) ہے۔(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۹۸ ح ۵۸۹ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ امام ذہلی کا یہ قول کسی حدیث یا آثارِ سلف صالحین کے خلاف نہیں ہے۔

چند اہم نکات و فوائد

۱: امام ابوحاتم الرازی نے ''محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی'' کی حدیث کو ''والحدیث أصلہ صحیح'' کہہ کر ''فصار الحدیث مرسلاً'' یعنی مرسل قرار دیا ہے۔(علوم الحدیث ۱/۱۶۳ ح ۴۶۱، النسخۃ المحققۃ ۱/۴۲۴ ح ۴۶۱)

چونکہ محمد بن عمرو بن عطاء (ثقہ) نے سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کر دی ہے لہٰذا امام ابوحاتم کا اس روایت کو مرسل قرار دینا غلط ہے۔

۲: عبدالحمید بن جعفر کے بارے میں ابوحاتم الرازی کہتے ہیں: محلّہ الصدق (الجرح والتعدیل ۶/۱۰، علل الحدیث ۱/۳۸۲ ح ۱۱۴۰، نسخہ محققہ ۲/۵۰) اس پر ابوحاتم کی جرح ''لایحتج بہ'' (میزان الاعتدال ۲/۵۳۹ ت ۴۷۶۷) باسند صحیح نہیں ملی، لہٰذا یہ جرح امام ابوحاتم سے ثابت ہی نہیں ہے۔

۳: سیدنا ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں سخت اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں: ۳۰ھ، بعض کہتے ہیں: ۶۰ھ یا ۷۰ھ یا ۸۰ھ یا ۴۰ھ دیکھئے تقریب التہذیب (۶۴۳۶) والإصابۃ (ص ۱۱۵۵، ۱۱۵۶)

لہٰذا بعض الناس کا بالجزم آپ کی وفات ۳۰ھ قرار دینا غلط ہے۔

طبقہ رابعہ کے راوی ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی نے کہا: ''سمعت ابا اسید الساعدی وابن عباس'' إلخ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹/۲۶۸، ۲۶۹ ح ۵۹۵ وسندہ حسن، وقال الہیثمی فی مجمع الزوائد ۴/۱۱۴: وإسنادہ حسن)

جب طبقہ رابعہ والے تابعی کا سماع سیدنا ابواسید رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت ہے تو طبقہ ثالثہ والے تابعی کا کیوں ناممکن ہے؟

اس سے بھی ''العلامۃ الحافظ الصادق'' علی بن محمد المدائنی کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ سیدنا ابواسید رضی اللہ عنہ ۶۰ھ میں فوت ہوئے، حافظ ذہبی کا اس قول کو ''وھذا بعید'' کہنا (سیر اعلام النبلاء ۲/۵۳۸) بذاتِ خود بعید اور محلِ نظر ہے۔

۴: سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے ۴۳ھ اور بعض نے ۴۶ھ اور ۴۷ھ

کہا ہے دیکھئے تہذیب الکمال (۲۴۰/۱۷) آپ کی صحیح تاریخ وفات نامعلوم ہے۔
یہ کہنا کہ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں فوت ہوگئے تھے، دعوی بلا دلیل ہے۔
اسی طرح بعض الناس کا یہ کہنا کہ ''سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ سے پہلے روپوش ہوگئے تھے'' غلط ہے۔

۵: امام لیث بن سعد، امام سعید بن عفیر، امام یحیی بن معین اور امام ترمذی وغیرہم نے کہا ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ ان ائمہ کی تردید کرتے ہوئے ایک گستاخ شخص لکھتا ہے کہ: ''یہ تو سب مشرک وکارِ شیطان کرنے والے تھے''!
اس کا یہی جواب ہے کہ ''لعنۃ اللہ علی الظالمین'' امتِ مسلمہ کے جلیل القدر ثقہ اماموں کو ''مشرک'' اور'' کارِ شیطان کرنے والے'' کہنے والا شخص سخت گستاخ اور گمراہ ہے۔

۶: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ راوی ایک روایت بیان کرتا ہے، اس کے بعض شاگرد اسے مکمل مطول اور بعض شاگرد مختصر وملخص بیان کرتے ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری میں مسیٔ الصلوۃ کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
''**إذا قمت إلی الصلوۃ فکبر**'' إلخ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ...... إلخ
(کتاب الاذان، باب وجوب القرأۃ للإمام والمأموم۔ ح ۷۵۷)
اس میں قبلہ رخ ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے حالانکہ قبلہ رخ ہونا نماز کا رکن اور فرض ہے۔ وضو کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔
اس حدیث کی دوسری سند میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
''**إذا قمت إلی الصلوۃ فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر**'' إلخ
جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو پورا وضو کر، پھر قبلہ رخ ہو جا، پس تکبیر کہہ۔ إلخ
(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من رد فقال: علیک السلام ح ۶۲۵۱)
اب اگر کوئی منکرِ حدیث یہ شور مچانا شروع کردے کہ پہلی حدیث میں استقبالِ قبلہ اور وضو کا ذکر نہیں ہے۔ ''اور معرضِ بیان میں عدمِ ذکر کتمان ہے جو یہود کا شیوہ ہے''!
تو اس گمراہ و بے وقوف کا شور باطل ومردود ہے۔ اسے سمجھایا جائے گا کہ ایک صحیح روایت میں ذکر ہو اور دوسری صحیح میں ذکر نہ ہو تو عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔ احادیث کی تمام سندیں اور متون جمع کرکے مشترکہ مفہوم پر عمل کرنا چاہئے۔
انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں کہ:
''**اعلم أن الحدیث لم یجمع إلا قطعۃ قطعۃ فتکون قطعۃ عند واحد وقطعۃ أخری عند واحد فلیجمع طرقہ ولیعمل بالقدر المشترک ولا یجعل کل قطعۃ منہ حدیثاً مستقلاً**''
مفہوم: ''اور جان لو کہ احادیث کو ٹکڑوں کی صورت میں جمع کیا گیا ہے۔ پس ایک ٹکڑا ایک راوی کے پاس ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے کے پاس، لہٰذا چاہئے کہ احادیث کی تمام سندیں (اور متون) جمع کرکے حاصلِ مجموعہ پر عمل کیا جائے

اور ہر ٹکڑے کو مستقل حدیث نہ بنایا جائے۔" (فیض الباری ج ۳ ص ۴۵۵)

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

"صدہا مثالیں اس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو رُواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا ٹکڑا، کوئی کس طرح، کوئی کس طرح۔ جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے"

(فتاوی رضویہ نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۳۰۱)

لہذا جو لوگ یہ شور مچاتے ہیں کہ صحیح بخاری میں سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ والی حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں ہے، ان کا شور غلط اور مردود ہے۔

ایک اہم نکتہ

صحیح سند سے ثابت ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح)

اور یہ بھی صحیح ثابت ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۴، ۳۴۵ ح ۶۹۴، ۶۹۵ وسندہ صحیح، وقال الحافظ ابن حجر فی کتابہ موافقۃ الخبر الخبر ۱/۴۰۹، ۴۱۰ "ھذا حدیث صحیح")

ابن جریج نے سماع کی تصریح کر دی ہے اور یحیی بن ایوب الغافقی پر جرح مردود ہے، وہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہیں اور عثمان بن الحکم نے ان کی متابعت کر دی ہے۔ اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ "**ولا یفعله حین یرفع رأسه من السجود**" یعنی آپ ﷺ سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز کا مفصل ذکر موجود ہے مگر اس میں شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور رکعتیں (دو رکعتوں) کے بعد کسی رفع یدین کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اس حدیث کے آخر میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے:

"**إن کانت هذه لصلاته حتی فارق الدنیا**" آپ ﷺ کی یہی نماز تھی حتی کہ آپ دنیا سے چلے گئے۔

(صحیح بخاری مع فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۰ ح ۸۰۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہی نماز پڑھتے تھے جو کہ نبی ﷺ کی آخری نماز تھی۔ اب چونکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً و مرفوعاً دونوں طرح شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے لہذا اس سے خود بخود ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ وفات تک رفع یدین کرتے تھے۔ جس شخص کو اس سے اختلاف ہے تو اسے چاہئے کہ وہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح یا حسن ترکِ رفع یدین

کا ثبوت پیش کرے۔اس استدلال کے بعد ''التحقیق الراسخ فی أن أحادیث رفع الیدین لیس لھا ناسخ'' پڑھنے کا اتفاق ہوا تو بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارے استادوں کے استاد (شیخ الشیوخ) حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی استدلال کر کے آپ ﷺ کی وفات تک رفع یدین ثابت کیا ہے۔دیکھئے التحقیق الراسخ (ص۹۰، ۹۱ نویں حدیث) والحمدللہ

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سجدوں میں بھی رفع یدین ثابت ہے۔

(بحوالہ سنن ابن ماجہ ص۶۲ ح ۸۶۰ و مسند احمد ۲/۱۳۲ ح ۶۱۶۳)

تو عرض ہے کہ یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے۔

(۱) اسماعیل بن عیاش کی غیر شامیین وحجازیین سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔دیکھئے سنن الترمذی (باب ماجاء فی الجنب والحائض ح ۱۳۱) وتہذیب الکمال (۲/۲۱۴۔۲۱۷)

صالح بن کیسان مدنی (وحجازی) ہیں۔دیکھئے تقریب التہذیب (۲۸۸۴)

(۲) اسماعیل بن عیاش مدلس ہیں۔(طبقات المدلسین ۳/۶۸، المرتبۃ الثالثۃ) اور یہ روایت عن سے ہے۔

اس ضعیف سند سے استدلال مردود ہے۔شیخ البانی رحمہ اللہ کو بڑا وہم ہوا ہے، انہوں نے بغیر کسی دلیل کے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

۷: بعض الناس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔وجہِ اضطراب یہ ہے کہ طحاوی (۱/۱۲۷) وسنن ابی داؤد (ج۱ص۱۰۶ ح ۷۳۰) میں تورک کا ذکر ہے لیکن سنن ابی داؤد (ج۱ص۱۰۷ ح ۷۳۳) میں تورک کی نفی (ولم یتورک) ہے۔

عرض ہے کہ ولم یتورک والی روایت (سنن ابی داود: ۷۳۳) بلحاظِ سند ضعیف ہے جیسا کہ اس مضمون میں گزر چکا ہے۔ اس کا راوی عیسی بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے۔اسے حافظ ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔مجہول الحال راوی کی روایت سے اضطراب ثابت کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو دن رات سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔یاد رہے کہ بعض روایات میں ''قالوا جمیعاً صدقت'' اور بعض روایات میں ان الفاظ کا نہ ہونا اضطراب کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اسی مضمون میں مفصل و مدلل ثابت کر دیا گیا ہے۔

خلاصة البحث والتحقيق: اس مضمون کی ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالحمید بن جعفر (ثقہ) کی محمد بن عمرو بن عطاء المدنی (ثقہ) سے سیدنا ابوحمید الساعدی المدنی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث بالکل صحیح ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے...... إلخ

یہ روایت بالکل بے غبار ہے اس میں کسی قسم کا اضطراب نہیں۔جمہور محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کا اس حدیث کی تصدیق کرنا، اس کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ وفات تک رفع یدین کرتے تھے۔ وما علینا إلا البلاغ (۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)